(اداریہ)

فکر آخرت

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم : امابعد

اقترب للناس حسابھم و ھم فی غفلۃ معرضون (الانبیاء)

لوگوں کیلئے حساب کا وقت قریب آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے) منہ پھیر رہے ہیں۔

ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا ختم ہوگی، قیامت برپا ہوگی، یوم حساب قائم ہوگا اور ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جو اسے زندگی دی ہے اس بارے میں باز پرس ہوگی۔ اچھے اعمال کے بدلے جنت اور اسکی نعمتیں ملیں گی جبکہ برے اعمال کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بنے گا۔ آخرت پر یقین ایمان کا جزو ہے۔

سورۃ الانبیاء کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اب جبکہ آخر الزمان پیغمبر حضرت محمد ﷺ دنیا میں تشریف لا چکے ہیں آپکی بعثت اس بات کی علامت ہے کہ اب قیامت زیادہ دور نہیں اور یہ دنیا اپنے انجام کو پہنچنے والی ہے۔ قیامت کی علامتوں میں ایک نشانی یہ بھی ہے کہ حضرت محمد ﷺ مبعوث ہونگے۔ آپ چونکہ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی پیغمبر اور رسول نہیں آئے گا۔ جو رشد و ہدایت کا ذریعہ بنے۔ لہٰذا آپ کے بعد اب قیامت ہی آئے گی۔ کب آئے گی؟ اس بارے میں حدیث میں خود آپ کا بیان ہے۔ آپ نے اپنی دو انگلیاں کھڑی کیں اور فرمایا

"**بعثت انا والساعۃ کھاتین**" کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔

میرے بعد اب صرف قیامت ہے جس طرح ان دو انگلیوں کا فاصلہ بہت ہی کم ہے اس طرح آپ اور قیامت میں فاصلہ بہت کم ہے، یا یہ دونوں انگلیاں متصل ہیں۔ ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں اس طرح آپ اور قیامت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔

کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا جس نے سنبھلنا ہے سنبھل لے اور صراط مستقیم کو اختیار کر لے اور میرے لائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزار کر آخرت کو سرخرو ہو جائے۔

اس آیت کریمہ میں بھی یہی ارشاد ہے کہ لوگوں کا حساب اب بہت قریب ہے اور وہ غفلت اور لاپرواہی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

لوگوں کے دلوں میں آخرت میں جواب دہی کا نہ ڈر ہے نہ خوف بلکہ آخرت کے فکر سے آزاد دنیا میں مشغول ہیں۔

حالانکہ کسی سے یہ بات اب مخفی نہیں کہ ہم جو کچھ اس دنیا میں کریں گے۔ اسکا مکمل حساب آخرت کو دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہر انسان سے یہ سوال ضرور کریں گے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے "**لن تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسئل عن اربع عن عمره فیما افناه و عن علمه ما عمل به و عن ماله من این اکتسبه و فیما انفقه و عن جسمه فیما ابلاه**" (الحدیث) قیامت کے دن کوئی آدمی اپنے قدم نہیں اٹھا سکے گا جب تک وہ چار سوالوں کا جواب نہیں دے دے گا۔ (۱) اسے جو عمر دی گئی وہ کہاں صرف کی۔ (۲) اسے جو علم دیا گیا اس پر کس حد تک عمل کیا۔ (۳) اسے جو مال دیا گیا وہ کس طرح کمایا (حلال یا حرام طور سے) (۴) جسم کے بارے میں سوال کیا جائے گا اسے کن کاموں میں استعمال کیا؟

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان فطری طور پر غفلت کا شکار ہے۔ وقتی طور پر کسی غم اور دکھ یا مصیبت میں اللہ کی یاد آتی ہے۔ کسی حادثے یا خطرناک منظر کو دیکھ کر قیامت کا تصور آتا ہے۔ مگر یونہی وقت گزرتا ہے سب چیزوں سے بے نیاز اور غافل ہو جاتا ہے۔ دنیا کمانے، دولت سمیٹنے میں کسی قسم کی تمیز نہیں کرتا، حلال حرام میں فرق روا نہیں رکھتا، عزتوں اور عصمتوں کی تجارت کرتا ہے، عدل و انصاف کی پروا کئے بغیر لوگوں کے اموال اور حقوق کو غصب کرتا ہے، دنیا کے کسی قانون کا اسے ڈر نہیں بلکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا خوف بھی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جرم پر جرم کئے جا

رہا ہے۔ اگر یہی شخص اس کے قلب و ذہن میں آخرت کی فکر پیدا کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کا خوف دل میں بیٹھ جائے۔ کیا وہ جرائم میں ملوث ہو گا؟ اور ضرورت بھی یہی ہے کہ ہر بڑے، چھوٹے، امیر، غریب، خادم، مخدوم، اعلیٰ، ادنیٰ افسر، ماتحت حکمران رعایا، میں آخرت کی جواب دہی کا خوف پیدا کیا جائے۔ احتساب کا یہ عمل دنیا میں اگر نہ ہو سکا، آخرت میں تو ہو کر رہے گا۔ دنیا میں حساب کے وقت مہلت مل سکتی ہے۔ انسان اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کر سکتا ہے۔ مگر قیامت کے دن حساب میں یہ رعایت نہیں مل سکتی۔

یہی وہ احساس ہے جس کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے ہم اپنے معاشرے میں ایک نظر ڈالیں تو خوف خدا اور فکر آخرت سے عاری علماء وڈیرے، جاگیردار، سرمایہ دار ملیں گے، جن کے ذہن میں خوبصورت دنیا اس کا مال و متاع سمایا ہوا ہے۔ جس کے حصول کے لئے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ دین فروشی سے لے کر عصمت فروشی تک کا کھیل محض چند روزہ دنیا کے لئے کھیلا جا رہا ہے۔

قتل و غارت، ڈاکہ زنی، لوٹ مار، اغواء اور دیگر جرائم کا کردار ادا کرنے والے دراصل اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کے خوف سے عاری ہوتے ہیں۔ ان کے ذہن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات نہیں آئی ورنہ ہر کام اور ہر جرم کرنے سے پہلے سو مرتبہ یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟

جتنا بڑا مرتبہ اور منصب ہوگا اتنی بڑی مسئولیت اور جواب دہی ہوگی۔ خلفاء راشدین کی زندگی ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہیں۔ امیر المومنین ہونے کے باوجود ہر وقت یہ غم دامن گیر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس ذمہ داری کے بارے میں سوال کر لیا تو کیا جواب دونگا؟ باوجود اس کے کہ تمام خلفاء راشدین کو جنت کی خوشخبریاں مل چکی تھی لیکن آج کے ہمارے حکمرانوں کا حال دیکھئے؟ قوم کے اربوں روپے اپنی سہولتوں اور عیاشیوں پر صرف ہو رہے ہیں۔ ستم بالائے ستم امریکہ کے دورے پر ثقافتی طائفے پر اٹھائیس کروڑ نو لاکھ روپے صرف کر دیئے اور آئے دن ملکی مفادات کے سودے اور ہر قسم

کے معاہدے میں کمیشن کا شور سنا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اوپر سے نیچے تک چلا آتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا اہلکار اس سے بری نہیں۔ معمولی ٹھیکوں میں بھی لاکھوں کا گھپلہ اور کمیشن کھلیا جاتا ہے ناقص میٹریل کے استعمال سے کروڑوں کا نقصان کیا جاتا ہے لیکن پھر کسی کو پرواہ نہیں۔

ایک طرف ملک میں قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ کراچی آگ اور خون میں نہایا ہوا ہے لیکن دوسری طرف وزیراعظم ہاؤس میں محفل موسیقی کا انعقاد ہو رہا ہے۔ شعائر اسلام کی تضحیک ہو رہی ہے اور مولوی فضل الرحمن ایسے علماء اب بھی اس امید پر قائم ہیں کہ حکومت نے اسلام کی تنفیذ کا وعدہ کر رکھا ہے۔ خوف خدا اور آخرت کی مسئولیت سے عاری یہ تمام مراعات یافتہ طبقہ دونوں ہاتھوں سے اس ملک کو لوٹ رہا ہے۔ موجودہ حالات میں کوئی قانون کوئی گروہ انکا راستہ نہیں روک سکتا۔

صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور آخرت کی فکر پیدا کر دی جائے۔ یہ کام کون سرانجام دے۔ بدقسمتی سے علماء خود اس کے فکر سے عاری ہیں لیکن ہم اللہ رب العزت سے مایوس نہیں ہیں۔ وہ یقیناً اپنے نیک بندوں کے ذریعے اسلام کے ابدی پیغام کو جس طرح مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پہنچا دیا ہے۔ یہ کام بھی لے سکتا ہے۔

ہم بھی پاکستان میں بسنے والے تمام طبقوں سے گذارش کریں گے کہ وہ خود احتسابی کا عمل شروع کریں۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جائیں۔ دنیا میں ابھی مہلت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"الکیس من دان نفسہ و عمل لما بعد الموت" عقل مند دانشمند انسان وہ ہے جو اپنا محاسبہ خود کرے اور موت کے بعد کے لئے اچھے اعمال کریں۔

دنیا تو جیسے بھی ہے گزر ہی جائے گی لیکن آخرت کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ" تو انسان کو ہمیشہ رہنے والی زندگی اختیار کرنی چاہیے لیکن اس کے لئے اس دنیا میں محنت کی ضرورت ہے۔

بقیہ ص ۱۵ پر